

۲۰۰ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُعْلَمُونَ وَتُحَشَّرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبُئْسَ
الْمِهَادُ ۖ قَدْ كَانَ لَكُمْ أَيْةٌ فِي فِتْنَتِينِ التَّقَاتِطِ فِعَةٌ تُقَاتِلُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةً يَرَوْنَهُمْ مِثْلِيهِمْ رَأَى الْعَيْنَ
وَاللَّهُ يُوَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ طَرَانَ فِي ذَلِكَ لَعْبَرَةٌ لَأُولَى
الْأَبْصَارِ ۖ زُرْقَنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَتِ مِنَ السَّيْءَاتِ وَالْبَنِينَ

پس اے نبی! جن لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، ان سے کہہ دو کہ قریب ہے وہ وقت، جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور جہنم بڑا ہی برائحت کانا ہے۔ تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا، جو (بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزمہ ہوئے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے پچھم سر دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دوچند ہے [۹] مگر (نتیجے نے ثابت کر دیا کہ) اللہ اپنی قیمت و نصرت سے جس کو چاہتا ہے، مدد دیتا۔ دیدہ بینار کھنے والوں کے لیے اس میں بڑا سبق پوشیدہ [۱۰] ہے۔

لوگوں کے لیے مرغوبات نفس — عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں

[۹] اگرچہ حقیقی فرق سے چند تھا، لیکن سرسری زگاہ سے دیکھنے والا بھی یہ محسوس کیے بغیر تو نہیں رہ سکتا تھا کہ کفار کا لشکر مسلمانوں سے دو گرتا ہے۔

[۱۰] جنگ بدر کا واقعہ اس وقت قربی زمانے ہی میں پیش آچکا تھا، اس لیے اس کے مشاهدات و نتائج کی طرف اشارہ کر کے لوگوں کو عبرت دلائی گئی ہے۔ اس جنگ میں تین باتیں نہایت سبق آموز تھیں:

ایک یہ کہ مسلمان اور کفار جس شان سے ایک دوسرے کے بال مقابل آئے تھے، اس سے دونوں کا اخلاقی فرق صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ ایک طرف کافروں کے لشکر میں شرابوں کے دور چل رہے تھے، ناچنے اور گانے والی لوڈیاں ساتھ آئی تھیں اور خوب دادیش دی جا رہی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے لشکر میں پر ہیز گاری تھی، خدا تری تھی، انہیاں درجہ کا اخلاقی انضباط تھا، نمازیں تھیں اور روزے تھے، بات پر خدا کا نام تھا اور خدا ہی کے آگے دعا میں اور ارجائیں کی جا رہی تھیں۔ دونوں لشکروں کو دیکھ کر ہر شخص آسانی معلوم کر سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمان اپنی تقلیت تعداد اور بے سر و سامانی کے باوجود کفار کی کثیر التعداد اور بہتر اسلحہ رکھنے والی فوج کے مقابلے میں جس طرح کامیاب ہوئے، اس سے صاف معلوم ہو گیا تھا کہ ان کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔

تیسرا یہ کہ اللہ کی غالب طاقت سے غافل ہو کر جو لوگ اپنے سر و سامان اور اپنے حامیوں کی کثرت پر پھولے ہوئے تھے، ان کے لیے یہ واقعہ ایک تازیانہ تھا کہ اللہ کس طرح چند مفلس و قلائق غریب المظن مہاجریوں اور مدینے کے کاشت کاروں کی ایک بخشن جماعت کے ذریعے سے قریش جیسے قبیلے کو شکست دلو سکتا ہے، جو تمام عرب کا سر تاج تھا۔

وَالْقَنَاطِيرُ الْمُقْتَرَةُ مِنَ الدَّهِيفِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
وَالْأَنَعَامُ وَالْحَرَثُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللَّهُ عِنْدَهُ
حُسْنُ الْمَآبِ ۖ ۝ قُلْ أَعُوْذُ بِكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمُ الَّذِينَ اتَّقَوْا
عِنْدَ رَبِّهِمْ حَتَّىٰ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلْدِينَ فِيهَا
وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۗ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝
الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقَنَا
عَذَابَ النَّارِ ۝ أَلَّا تَبْرُدْنَا وَالصَّدَاقَيْنَ وَالْقِنْتَيْنَ
وَالْمُنْفِقَيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرَيْنَ بِالْأَسْحَارِ ۝ شَهَدَ اللَّهُ أَنَّهُ

بڑی خوش آئندہ بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روشن اختیار کریں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی [۱] اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے [۲] یہ وہ لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ ”مالکِ اہمِ ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگز فرماو“ میں آتشِ دوزخ سے بچائے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں [۳] راست باز ہیں، فرمائیں بردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعا میں مانگا کرتے ہیں۔ اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے [۴]

[۱] تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ ۲۷۔

[۲] یعنی اللہ غلط بخش نہیں ہے اور نہ سرسری اور سطحی طور پر فیصلہ کرنے والا ہے۔ وہ بندوں کے اعمال و افعال اور ان کی نیتوں اور ارادوں کو خوب جانتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ بندوں میں سے کون اس کے انعام کا مستحق ہے اور کون نہیں ہے۔

[۳] یعنی راہ حق میں پوری استقامت دکھانے والے ہیں۔ کسی نقصان یا مصیبت سے بہت نہیں بارتے، کسی ناکامی سے دل شکست نہیں ہوتے، کسی لائق سے پھنس نہیں جاتے اور ایسی حالت میں بھی حق کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے رہتے ہیں، جب کہ ظاہر اس کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہ آتا ہو۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، حاشیہ ۲۰)

[۴] یعنی اللہ جو کائنات کی تمام حقیقوں کا برادر راست علم رکھتا ہے، یہ اس کی شہادت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر معتمد یعنی شہادت اور کس کی ہوگی۔ کہ پورے عالم موجود میں اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی حقیقت نہیں ہے، جو خدائی کی صفات سے متصف ہو، خدائی کے اقتدار کی مالک ہو، اور خدائی کے حقوق کی مستحق ہو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلِكُ لَهُ وَأُولُو الْعِلْمُ قَائِمًا بِالْقُسْطَطِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ
الْإِسْلَامُ فَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ
بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ وَمَنْ يَكْفُرُ بِاِلْيَتِ
اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۗ فَإِنْ حَاجُوكُ فَقُلْ

اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں^[۱۵] کہ اس زبردست حکیم کے سوانی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی، ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوانح تھی کہ انہوں نے علم آجائے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا^[۱۶] اور جو کوئی اللہ کے احکام و ہدایات کی اطاعت سے انکار کر دے، اللہ کو اس سے حساب لیتے کچھ دریں بیٹھ لگتی۔ اب اگر اے نبی، یہ لوگ تم سے بھٹکا کریں، تو ان سے کہو:

[۱۵] اللہ کے بعد سب سے زیادہ معترض شہادت فرشتوں کی ہے، کیونکہ وہ سلطنت کائنات کے انتظامی اہل کاریں اور وہ براہ راست اپنے ذاتی علم کی بنابر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سلطنت میں اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چتا اور اس کے سوا کوئی بستی ایسی نہیں ہے، جس کی طرف زمین و آسمان کے انتظامی معاملات میں وہ رجوع کرتے ہوں۔ اس کے بعد مغلوقات میں سے جن لوگوں کو بھی حقائق کا تھوڑا ایسا بہت علم حاصل ہوا ہے، ان سب کی ابتدائی آفرینش سے آج تک یہ متفقہ شہادت رہی ہے کہ ایک ہی خدا اس پوری کائنات کا مالک و مدبر ہے۔

[۱۶] یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل پسرو کر دے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ ابیجاد کرے، بلکہ اس نے اپنے تغیریوں کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے، ہر کسی دینیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اسی طرز فکر و عمل کا نام ”اسلام“ ہے اور یہ بات سراسر جما ہے کہ کائنات کا خالق و مالک اپنی مخلوق اور رعیت کے لیے اس اسلام کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔ آدمی اپنی حماقت سے اپنے آپ کو دہراتی سے لے کر شرک و بت پرستی تک ہر نظریے اور ہر مسلک کی پیروی کا جائز حق دار سمجھ سکتا ہے، مگر فرمائے روائے کائنات کی نگاہ میں تو یہ زی بغاوت ہے۔

[۱۷] مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو پیغمبر بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانے میں آیا ہے، اس کا دین اسلام ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے، اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے۔ اس اصل دین کو سخ کر کے اور اس میں کسی دینیشی کر کے جو بہت سے مذاہب نوع انسانی میں رانج کیے گئے، ان کی پیدائش کا سب اس کے سوا پنجہن تھا کہ لوگوں نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق، فائدے اور امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد، اصول اور احکام میں رو و بدل کر دالا۔

أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ وَمِنِ اتَّبَعِنِ طَوْقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَبَ وَالْأُمَمِينَ إِنَّا أَسْلَمْنَا فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا
وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّهَا عَلَيْكُمُ الْبَلْغُ طَوْالَلَهُ بَصِيرَةٌ بِالْعِبَادِ ۝ ۱۷
إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاِيمَانِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ
يُغَيِّرُونَ حَقًّا لَا وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ
النَّاسِ فَبَشِّرُهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ ۱۸ أُولَئِكَ الَّذِينَ حَبَطُ
أَعْمَالَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ زَوْمَالَهُمْ مِنْ نُصَرَّىٰ ۝ ۱۹

”میں نے اور میرے پیروں نے تو اللہ کے آگے سرتسلیم خم کر دیا ہے۔“ پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھو: ”کیا تم نے مجھی اس کی اطاعت و بنندی قبول کی؟“ [۱۸] اگر کی تو وہ راہ راست پا گئے، اور اگر اس سے منہ موڑ تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے یہ جو لوگ اللہ کے احکام وہدیات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناجی قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں، جو خلق خدا میں سے عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے اٹھیں، ان کو دردناک سزا کی خوشخبری سنادو۔ [۱۹] یہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے، اور ان کا مد و گار کوئی نہیں ہے۔ [۲۰]

[۱۸] دوسرے الفاظ میں اس بات کو یوں سمجھتے کہ ”میں اور میرے پیروں تو اس تکمیلہ اسلام کے قائل ہو چکے ہیں جو خدا کا اصل دین ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کیا تم اپنے اور اپنے اسلاف کے بڑھائے ہوئے حاشیوں کو چھوڑ کر اس اصل و حقیقی دین کی طرف آتے ہو۔“

[۱۹] یہ نظریہ انداز بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جن کرتوں پر وہ آج بہت خوش ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم بہت خوب کام کر رہے ہیں، انہیں بتاؤ کہ تمہارے ان اعمال کا نجام یہ ہے۔

[۲۰] یعنی انہوں نے اپنی قوتیں اور کوششیں ایسی راہ میں صرف کی ہیں، جس کا نتیجہ دنیا میں بھی خراب ہے اور آخرت میں بھی خراب۔

[۲۱] یعنی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو ان کی اس غلط سمجھی و عمل کو سچھل بنا سکے، یا کم از کم بدانجامی ہی سے چا سکے۔ جن جن قوتوں پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ دنیا میں یا آخرت میں یادوںوں جگہ ان کے کام آئیں گی، ان میں سے فی الواقع کوئی بھی ان کی مدد و گار ثابت نہ ہو گی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَبِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَبٍ
اللَّهُ لِيَحْكُم بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَوْلِي فِرِيقاً مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۚ ۲۳
ذَلِكَ بِآثَمِهِمْ قَاتُولَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا آيَةً مَمْعُدُ وَدُتِّ صَ
وَغَرَّهُمْ فِي دِيْنِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ ۲۴ فَكَيْفَ إِذَا جَعَنُهُمْ
لِيَوْمٍ لَا رَيْبٌ فِيهِ فَوْقَيْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُونَ ۵ ۖ قُلِ اللَّهُمَّ ملِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ زَوْجِيْزَ مَنْ تَشَاءُ وَتُنْزِلُ مَنْ
تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۶ ۷ تَوْلِيجُ الَّيْلَ

تم نے دیکھا ہیں کہ جن لوگوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے، ان کا حال کیا ہے؟ انھیں جب کتاب الہی کی طرف بلا یا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، [۲۲] تو ان میں سے ایک فریق اس سے پہلو تھی کرتا ہے اور اس فیصلے کی طرف آنے سے منہ پھیر جاتا ہے۔ ان کا یہ طرز عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں ”آتش دوزخ تو ہمیں مس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی بھی تو بس چند روز۔“ [۲۳] ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔ مگر کیا بنے گی ان پر جب ہم انھیں اس روز جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے؟ اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدله پورا پورا دے دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

کبو، خدا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے، حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے، عزت بخشنے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہوا

[۲۲] یعنی ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی کتاب کو آخری سند مان لو، اس کے فیصلے کے آگے سر جھکا دو اور جو کچھ اس کی رو سے حق ثابت ہو، اسے حق اور جو اس کی رو سے باطل ثابت ہو، اسے باطل تسلیم کرلو۔ واضح رہے کہ اس مقام پر خدا کی کتاب سے مراد تورات و انجیل ہے اور ”کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ پانے والوں“ سے مراد یہود و نصاریٰ کے علماء ہیں۔

[۲۳] یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو خدا کا چیتہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ اس خیال خام میں بتلا ہیں کہ ہم خواہ کچھ کریں بہر حال جنت ہماری ہے۔ ہم اہل ایمان ہیں، ہم فلاں کی اولاد اور فلاں کی امت اور فلاں کے مرید اور فلاں کے دامن گرفتہ ہیں، بھلا دوزخ کی کیا مجال کہ ہمیں چھو جائے۔ اور بالفرض اگر ہم دوزخ میں ڈالے بھی گئے تو بس چند روز دیاں رکھے جائیں گے تاکہ گناہوں کی جو آلاش لگ گئی ہے وہ صاف ہو جائے، پھر سیدھے جنت میں پہنچا دیے جائیں گے۔ اسی قسم کے خیالات نے ان کو اتنا جری و بے باک بنادیا ہے کہ وہ جنت سے جنت جرام کا ارجکاب کر جاتے ہیں، بدترین گناہوں کے مرکب ہوتے ہیں، کلم کھا لخت سے اخراج کرتے ہیں اور ذرا خدا کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔

فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الْأَيَّلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفَّارِ إِلَيْهِ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا
مِنْهُمْ تُقْلِهَ طَوْبًا وَيُحَدِّرُ كُمَالَ اللَّهِ نَفْسَةً وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝ قُلْ

لے آتا ہے اور دن کورات میں۔ بے جان میں سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو۔ اور نہے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ [۲۲]

مؤمنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یار و مددگار ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔ [۲۵] مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جاتا ہے۔ [۲۶] اے نبی! لوگوں کو خبردار کر دو کہ

[۲۲] جب انسان ایک طرف کافروں اور نافرمانوں کے کرتوں دیکھتا ہے اور پھر یہ دیکھتا ہے کہ وہ دنیا میں کس طرح پھل پھول رہے ہیں، دوسری طرف اہل ایمان کی اطاعت شعرا یا دیکھتا ہے اور پھر ان کو اس فقر و فاقہ اور ان مصائب و آلام کا شکار دیکھتا ہے، جن میں نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ۴۰۰ھ اور اس کے لگ بھگ زمانے میں بتلاتھے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں ایک عجیب حرست آمیز استغفار کر دیں کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی استغفار کا جواب دیا ہے اور ایسے لطیف سیرائے میں دیا ہے کہ اس سے زیادہ لطافت کا صورت نہیں کیا جاسکتا۔

[۲۵] یعنی اگر کوئی مومن کسی دشمن اسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اسے ان کے ظلم و تم کا خوف ہو تو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا انہی میں کا ایک آدمی ہے۔ یا اگر اس کا مسلمان ہوتا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے وہ کفار کے ساتھ دہشت و ریکا اطمینار کر سکتا ہے، حق کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمہ کفر نکل کرہ جانے کی رخصت ہے۔

[۲۶] یعنی کہیں انسانوں کا خوف تم پر اتنا چھا جائے کہ خدا کا خوف دل سے نکل جائے۔ انسان حد سے حد تپاری دنیا بگاڑ سکتے ہیں مگر خدا تمہیں بیکھی کا عذاب دے سکتا ہے۔ لہذا اپنے بچاؤ کے لیے اگر بدرجہ مجبوری کبھی کفار کے ساتھ ترقیہ کرنا پڑے تو وہ بس اس حد تک ہونا چاہیے کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مقابلہ اور کسی مسلمان کی جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر تم اپنی جان و مال کا تحفظ کرلو۔ لیکن خیر دار، کفر اور کفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلہ میں کفر و فروع حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کفار کے غالب آجائے کامکان ہو۔ خوب سمجھو کوئا اگر اپنے آپ کو بچانے کے لیے تم نے اللہ کے دین کو یا اہل ایمان کی جماعت کو یا کسی ایک فرد و مومن کو بھی نقصان پہنچایا، یا خدا کے باغیوں کی کوئی حقیقی خدمت انجام دی تو اللہ کے محابی سے ہرگز نہ سکو گے۔ جانتم کو بہر حال اسی کے پاس ہے۔

إِنْ تُخْفِوْ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تَبْدِلُهُ يَعْلَمُهُ اللَّهُ طَ وَيَعْلَمُ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحَضَّرًا ثُمَّ وَمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوءٍ ثُمَّ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمْدًا بَعِيدًا طَ وَيَعْلَمُ رَبُّ
اللَّهُ نَفْسَكَهُ طَ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُوْنِي وَجِئِنِّي بِكُمْ اللَّهُ طَ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۝ فَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اسے خواہ تم چھپا دیا ظاہر کرو، اللہ بہر حال اسے جانتا ہے، زمین اور آسمانوں کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس کا اقتدار ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا خواہ اس نے بھائی کی ہو یا برائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا! اللہ تھمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے [۲۷]

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزرفتار میں کامیاب ہو۔“ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ”ان سے کہو کہ“ اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرو۔“ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں [۲۸]

[۲۷] یعنی یہ اس کی انتہائی خیر خواہی ہے کہ وہ تمہیں قبل از وقت ایسے اعمال پر متنبہ کر رہا ہے جو تمہارے انجام کی خرابی کے موجب ہو سکتے ہیں۔

[۲۸] یہاں پہلی تقریر حتم ہوتی ہے۔ اس کے مضمون، خصوصاً جنگ بدر کی طرف جو اشارہ اس میں کیا گیا ہے، اس کے انداز پر غور کرنے سے غالب قیاس یہی ہوتا ہے کہ اس تقریر کے نزول کا زمانہ جنگ بدر کے بعد اور جنگ احمد سے پہلے کا ہے، یعنی ۳ ہجری۔ محمد بن اسحاق کی روایت سے عموماً لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس سورت کی ابتدائی ۲۸۰ آیتیں وفد نجراں کی آمد کے موقع پر ۹ ہجری میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن اوقیانوس تقریر کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ یہ اس سے بہت پہلے نازل ہوئی ہوگی، وسرے مقابل بن سلیمان کی روایت میں تصریح ہے کہ وفد نجراں کی آمد پر صرف وہ آیات نازل ہوئی ہیں جو حضرت یحییٰ اور حضرت عیلیٰ علیہما السلام کے بیان پر مشتمل ہیں اور جن کی تعداد ۳۰ یا اس سے کچھ زائد ہے۔